اردو داستانوں کے نسوانی کرداروں کاتہذیبی مطالعہ

ڈاکٹر سعدیہ بشیر

ABSTRACT:

The genere of Dataan is very important to understand the classical literature especially the evolution of Urdu fiction. The culture and civilization of that particular area and period have been reflected in Dastaan. In this regard, the study and analysis of female characters are very important and interesting. In this article, this aspect has been discussed and analyzed.

داستانیں اپنے تہذیبی شعورسے پہچانی جاتی ہیں اسی لیے ان میں پیش کی جانے والی زندگی حقیقت سے تعلق نہ رکھنے کے باوجودمثالی حیثیت ضروررکھتی ہے۔اس ضمن میں اردوادب کی دوبڑی داستانیں سرفہرست ہیںیعنی ’’باغ وبہار‘‘اور’’فسانہ عجائب‘‘۔ایک طرف دلی کی تہذیب ومعاشرت ہے اوردوسری جانب لکھنوی معاشرے کی عکاسی ،جسے بیان کرتے ہوئے دونوں داستان گویوں نے اپنے اپنے عہدکوزندہ وجاوداں بنادیاہے۔’’باغ و بہار‘‘ کے کردار داستان کی جس رمز کو بیان کرتے ہیں اس میں بیانیہ سراپوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کردار ہمیشہ اپنے اردگرد کے ماحول سے مل کر تخلیق ہوتاہے۔ داستان کا کردار اگر داستان کے بنیادی تقاضے پورے نہیں کرے گا تو وہ کبھی بھی اچھا قصہ بننے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ ’’باغ و بہار‘‘میں بھی ایسے کردار ہیں جو اپنے اثر سے قاری کے ذہن کوجکڑکے رکھتے ہیں۔ ’’باغ و بہار‘‘چونکہ داستان ہے اس لیے اس کے تمام کردار غیر حقیقی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ان کرداروں کی زندگیاں اور اور اٹھنا بیٹھنا بھی معمولی نہیں ہے لیکن یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ میر امن نے دلی کی تہذیب کو اپنی تحریر کا حصہ بنایا اس لیے ان کے تمام کردار مغلیہ عہد کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کردار ہمیشہ جذباتی اور نفسیاتی پس منظر رکھتے ہیں۔ ایک کردار دوسرے سے یکسر مختلف ہوتاہے جس میں اس کی فطرت، مشاغل اور حالات زندگی اہمیت رکھتے ہیں۔ میرا من کے ہاں کرداروں پر بات کرنے سے پہلے ہمیں ان کو مختلف نظر سے دیکھنا ہوگا۔

نسوانی کردار:

’’باغ وبہار‘‘کے نسوانی کردار مردانہ کرداروں کی نسبت زیادہ متحرک، رواں، ثابت قدم اور جاندارہیں۔ ان کرداروں کی شان و شوکت بھی شہزادوں سے زیادہ قویٰ اور مربوط ہے۔ یہ نسوانی کردار اپنی نزاکتوں کے بجائے سمجھ بوجھ اور عقل و دانش مندی کی وجہ سے زندہ و جاوید ہوگئے ہیں۔ ان کرداروں میں کہیں جھول نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہیں اپنی شان و شوکت اور مرتبے سے نیچے گرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ شہزادے اور تاجر زادے کی کہانیاں پڑھ کر لگتاہے جیسے واقعی وہ فقیر ہوں جن کے ہاتھ خالی اور دامن تہی ہیں لیکن شہزادیاں حقیقت میں شہزادیاں ہیں انھیں معلوم ہے کہ اپنے عاشق کو کیسے تڑپانا اور ستانا ہے۔ وہ گگھیائی ہوئی نہیں لگتیں اور نہ ہی ان کے اندر محبت کے جذبے کی شدت اور آنچ اتنی زیادہ ہے کہ جو انھیں جلا کر راکھ کر دے۔ اس ضمن میں سب سے پہلا کردار پہلے درویش کی ہیروئن دمشق کی شہزادی کا ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر کاکہناہے:

’’ پہلے درویش کی داستان کی ہیروئن (دمشق کی شہزادی) کو باغ و بہار کا بہترین اور مکمل کردار تسلیم کیا جاسکتاہے۔ اس میں شہزادیوں والے رکھ رکھاؤ اور حفظ مراتب کے ساتھ مزاج کی تیزی، غرور حسن اور انانیت بھی پائی جاتی ہے اور یہ اتنی شدیدہے کہ وہ ’’ خودآرا، خودپسندو خودستا‘‘بن کر رہ گئی اور یوں ’’خودسری، خودستائی، خودرائی‘‘ اس کے کردارکی نمایاں خصوصیات بن جاتی ہیں۔ درویش کے ہاتھوں حیات نو پانے اور درویش کے اس کہنے ’’ فقیر بسرو چشم اس کے حکم میں حاضررہتاجو فرماتی بجالاتا‘‘کے باوجودبھی اس کا یہ عالم ہے کہ ’’وہ اپنے حسن کے غروراور سرداری کے دماغ میں جو میری طرف کبھو۔ دیکھتی تو فرماتی۔‘‘(۱)

گویا شہزادی کے اندر شہزادیوں والا رکھ رکھاؤ اورتمکنت موجودہے۔ یہ کردار ہندو دیومالاکی ایک پرچھائی معلوم ہوتاہے جو بیک وقت پاربتی دیوی بھی ہے اور کالی دیوی بھی۔ جس کے اندر حسن کی جوالا دہک رہی اور بدلے کی آگ بھی روشن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے عاشق یوسف سے خوفناک بدلا لیتی ہے۔ اس کی بے باکی اور بے خوفی ہمیں جگہ جگہ دکھائی دیتی ہے اس کاکردار اتنا جاندارہے کہ سوداگر کا بیٹا اس کے آگے ہمیں فقیر اور بھیک منگا معلوم ہونے لگتاہے۔ ماہ رو درحقیقت خوبصورتی کی مثال ہے اس کا تعارف اتنا جاندارنہیں جتنا کہ اسے ہونا چاہیے تھا۔درج ذیل مثالوں میں اس کا تعارف ملاحظہ ہو:

’’بارے خدا نے اس کے دل کو مہربان کیا۔ ایک دم کے بعد وہ پری دروازے سے، جیسے چودھویں رات کا چاند،بناؤ کیے، گلے میں پشواز، بادلے کی، سنجاف کی،موتیوں کا در دامن ٹکا ہوا،سرپراوڑھنی، جس میں آنچل، پلو، لہر،گوکھرولگاہوا،سر سے پاؤں تک موتیوں میں جڑی، روش پر آکرکھڑی ہوئی۔ اس کے آنے سے تروتازگی نئے سر سے، اس باغ کو اور اس فقیر کے دل کو ہوگئی۔ایک دم ادھر ادھرسیر کر کر، شہ نشین میں مغرق ،مسندپر تکیہ لگاکربیٹھی۔میں دوڑ کر پروانے کی طرح (جیسے شمع کے گردپھرتاہے)تصدق ہوا اور غلام کی مانند دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا۔‘‘(۲)

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہزادی کے حسن کا جلوہ اور رعب داب اتنا ہے کہ اس کے آگے سوداگرکا بیٹا بھی ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ شہزادی ماہ رو اس پر بری طرح حاوی ہے۔وہ اس سے شادی کرنے پر آمادہ بھی ہوجاتی ہے اور بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ’’کس برتے پر تتاپانی‘‘ کہنے کی جرأت کرتی ہے۔اس کا یہ انداز تکلم بتاتاہے کہ اسے کچھ بھی کہنے اور کرنے پرروکنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کا کردار اتنا بھرپور اور بے تکلف ہے کہ اس کے عشق کی داستان اس کی جرأت رندانہ پر روشنی ڈالتی ہے جب وہ یوسف کے لیے گھر بار چھوڑتی ہے۔ ماہ رو کی یہ بے باکیاں اور بے پروائیاں اس کے کردار کی خوبی بن گئی ہیں۔ماہ رو کے مکالمے اس کی بادشاہت کا اظہار ہیں مثلاً، جب وہ اپنے عاشق سے مخاطب ہوتے ہوئے خفگی سے بولتی ہے تو اس کا طمطراق دیکھنے کے قابل ہے۔ماہ رو کا کردار اپنے اندر بہت سی خصوصیات رکھتاہے۔اس میں بیک وقت عقل و دانش اور کردارسب کچھ ہے اس کی متانت اور ذہانت اسے سوداگرزادے پر بھی فوقیت دلاتی ہے۔ماہ رواپنے راستے خود متعین کرتی ہے اور جب ان راستوں پر چلتی ہے تو پھر کسی کی بھی نہیں سنتی۔ یعنی کہ وہ اپنے مقاصدکے لیے بڑی پرعزم اور دیانت دارہے۔اگروہ یوسف کے لیے گھربار چھوڑدیتی ہے تو دوسری طرف ہی اس کی بے وفائی پر بڑے باتدبیراندازمیں بدلابھی لیتی ہے۔ وہیں وہ سوداگرزادے کے اندھے عشق کے آگے ہتھیاربھی ڈالتی ہے اور اس سے وعدے کے تحت شادی بھی کرتی ہے۔ وہ بے باک بھی ہے اور اپنے جذبات کی کھل کر تائید بھی کرتی ہے اس کے بارے میں سیدوقارعظیم کا کہناہے کہ میرامن نے اس شہزادی کے کردار کو منطق اور اخلاق کی چاشنی سے بنایاہے۔ وہ مزیدکہتے ہیں:

’’ باغ وبہارکے کرداروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ جب پہلی بارہمارے سامنے آتے ہیں تواپنی صورت،سیرت اورکردارکی ایک ایسی جھلک چھوڑجاتے ہیں جوبننے والی تصویرکے خاکے کاکام دیتی ہے۔اس خاکے میں رنگ آنے والے واقعات خودبخودبھرتے رہتے ہیں۔یہاں تک کہ کہانی ختم ہوتی ہے توتصویرکاہررنگ واضح اورابھراہوانظرآتاہے۔یہ بات مردکرداروں میں کم اورنسوانی کرداروں میں زیادہ ہے اوران نسوانی کرداروں میں بھی سب سے زیادہ پہلی داستان کی ہیروئن میں ہے۔اس کی تشکیل اورتعمیرمیں داستان گونے اپنے فن کی پوری قوت صرف کی ہے۔اس کے کسی نقش کو نہ ادھورا چھوڑا ہے اور نہ ہی مصوری میں کہیں غیر ضروری شعریت کو دخل دیاہے۔ وہ سہل انگاری جواکثرکہانیوں کے اکثرکرداروں کو برزخ میں لاکرچھوڑ دیتی ہے ،یہاں نظر نہیں آتی۔ ۔۔۔‘‘(۳)

دمشق کی شہزادی اپنے طورطریقوں میں کوئی عام لڑکی معلوم نہیں ہوتی۔ وہ باغی لڑکی ہے جسے اپنے شاہی منصب اور مرتبے کا بھی پاس نہیں رہتا اور وہ یوسف کے ساتھ عشق میں کیسے اپنی عزت داؤ پر لگاتی ہے۔ اس کی جوانی نشیلی اور بے باک ہے اس کے دل میں جذبوں کی حدت دہکتے ہوئے کوئلوں کی طرح ہے جو ذراسے جھونکے سے سلگنے لگتے ہیں۔اس کی محفلیں اور صحبتیں بھی باعصمت لڑکیوں جیسی نہیں ہیں۔وہ زمانہ قدیم کی جدید شہزادی ہے جسے اپنی آزادی سب سے زیادہ عزیز ہے۔اس کے لیے کسی مرد کا ساتھ ہونا اور تعلق بنانابہترین مشغلہ ہے۔میرامن نے اس کے کردار ایسی جانبداری سے تراشاہے کہ ہمیں معاشرے میں اس جیسے چندکرداروں سے واقفیت حاصل ہونے لگتی ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹرتبسم کاشمیری کی رائے ملاحظہ ہو جسے پڑھ کراندازہ ہوگاکہ ہمارے نقاداس ایک کردارمیں کیسے اتارچڑھاؤمحسوس کرتے ہیں۔شہزادی کی کیفیات کانفسیاتی مطالعہ درحقیقت عورت کی نفسی خواہشات کا ایساعکس ہے جس میں ہمیں دلی کاعہداورتہذیب ومعاشرت بھی بے نقاب ہوتی ہوئی نظرآتی ہے:

’’اس کھیل میں ساری فعالیت شہزادی کی طرف سے ظاہرہوتی ہے۔نوجوان عاشق ایک معمول کے روپ میں ملتاہے۔داستان میں جہاں کہیں بھی کوئی مسئلہ پیداہوتاہے،شہزادی کے کردارکی فعالیت کے سبب ایک وجودی کرب شدت سے ظاہرہوتاہے۔وہ موقع یادکیجیے جب باربارکی یاددہانیوں کے باوجودیوسف وصل کے لیے حاضرہونے سے قاصررہتاہے تو شہزادی کاکرب انتہاتک جاپہنچتاہے اوروہ ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔اپنے معمول کے بغیراس کی زندگی ازبس بے کیف ہوجاتی ہے۔اسی لمحہ کرب میں وہ اضطراب کی حدوں سے گزرکرخوجے کے ہاتھ یہ پیغام بھیجتی ہے کہ ’’اگرتواس وقت نہیں آوے گاتومیں کسونہ کسوڈھب سے وہیں آتی ہوں۔‘‘جب یوسف سوداگر’’بھونڈی سی صورت بنائے ہوئے ‘‘آیاتوشہزادی نے دریافت کیاتجھ کوایسی کیامشکل کٹھن پیش آئی جوایسامتفکرہورہاہے۔اسی کوعرض کر،اس کی بھی تدبیرہوجائے گی۔‘‘نوجوان شہزادی کے حضوریہ بات عرض کرتاہے کہ شہرکے درمیان میں ایک نہایت سرسبزباغ،عالی عمارات،حوض،تالاب،کنویں سمیت بک رہاہے۔۔۔اس دوسری مثال میں بھی شہزادی کاکردارعامل کاساہے۔فعالیت کی ساری منزلیں وہی طے کرتی ہے اوریوسف کی حیثیت تومعمول کی سی ہے جوشہزادی کی جبلتوں کی تسکین کاایک ذریعہ نظرآتاہے۔‘‘(۴)

اس شہزادی کے کردار کے دو رخ ہیں ایک تو اس کا مثبت چہرہ ہے اور دوسرامنفی، جس کے بارے میں ابھی اوپر بات ہوچکی ہے۔ منفی رخ اس کی باغیانہ سوچ اور اظہارعمل ہے لیکن مثبت چہرہ ہمیں تب دکھائی دیتاہے جب وہ اپنی ماں کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتی ہے۔ گویااسے اس بات کا اندازہ ہوجاتاہے کہ عشق کے نام پر اس سے جو کچھ سرزد ہواوہ درحقیقت غلط تھا۔وہ ایک شخص کی بے وفائی کو بھول نہیں پاتی لیکن پھربھی دوسراشخص اس کی زندگی میں وارد ہوجاتاہے۔ گویا اس کے اندرچاہے جانے کا جذبہ اس قدرشدت اختیارکرگیاہے کہ وہ بس ہروقت چاہے جانے کے ہی خواب دیکھنا پسند کرتی ہے۔ گیان چند اس کے کردار کے بارے میں مزیدکہتے ہیں:

’’ شہزادی کے کردار کا تابناک رخ ہمیں خواجہ زادۂ یمن کے معاملے میں ملتاہے یہاں کردارنگاری عروج پر ہے ۔ اب شاہزادی میں شاہانہ تمکنت۔ احساس جاہ خودداری اور رکھ رکھاؤ کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ ساتھ ہی وہ ذہانت اور سلیقے کی پوٹ ہے۔ وہ اس شخص کو اپنی صحبت کے شایاں نہیں سمجھتی جو ایک رات کے لیے بھی غافل ہو کر غیر کے ساتھ ناؤ نوش کرے۔ اپنے والدین سے وہ دوبارہ عذرکرتی ہے اور ایک معاشقے میں ندامت اٹھانے کے باوجود ایک دوسرے شخص کے ساتھ گھر سے نکل بھاگتی ہے۔‘‘(۵)

بصرے کی شہزادی دوسرے شہزادے کی محبوبہ ہے جو اس داستان کا سب سے مضبوط اعصاب رکھنے والا کردارہے۔ اس شہزادی کا رکھ رکھاؤ اور انداز دلیرانہ ہے وہ اپنے بادشاہ باپ کے سامنے بھی سر نہیں جھکاتی۔ اس کی آن بان اور شان تینوں سلامت ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایک بادشاہ کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتی ہے۔ اس میں کردار کی بلندی اور عظمت دونوں کا مادہ موجودہے۔قدرت نے اسے جتنا خوبصورت چہرہ دیاہے اس سے بڑھ کردل بھی عطاکیاہے۔وہ خداکے سواکسی طاقت سے نہیں ڈرتی اور یہی بہادری اس کے اندر کردارکی مثالیت اور بلندی پیداکرتی ہے۔ شہزادہ اس کی خوبصورتی کاچرچاسن کر اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے آتاہے۔ یہاں میرامن نے بصرے کی شہزادی کو حقیقتاً قابل تحسین بنایاہے وہ اپنے کرداراورشکل و صورت کی بناپرشہزادی کہلانے کی حق دارہے۔ وہ سخاوت میں اس حدتک طاق ہے کہ لگتاہے جیسے عورتوں میں حاتم طائی ہو۔اس کی فیاضی اور دریادلی ہی اس کا حسن ہے جسے میرامن نے بہت کھل کربیان کیاہے ۔وہ شہزادی کے سراپے کے بجائے اس کی سخاوت کا نقشہ کھینچنے میں کامیاب رہے ہیں۔شہزادی کا حسن اس کے تخت و تاج اور سخاوت سے عبارت ہے وگرنہ کہیں بھی اس کی شبیہہ تک دکھائی نہیں دیتی۔ اس سے زیادہ حسین تو اس پری کو دکھایا گیا ہے جو راستے میں شہزادے کو ملتی ہے۔ بصرے کی شہزادی بس اپنے وصف کے باعث خوبصورت ہے اس کے چہرے کو چلمن میں چھپاہوا دکھانا بھی درحقیقت چنگاری کی حدت کو ثابت کرناہے جو پڑھنے والوں کے دل و دماغ کو جلاکر راکھ کردیتی ہے۔بصرے کی شہزادی کوخراج تحسین پیش کرتے ہوئے گیان چند کا کہناہے:

’’بصرے کی شہزادی صاحب ہمت اور صاحب عقل ہے۔ وہ باپ کی بے جا خوشامدنہیں کرتی۔ سلطنت پالینے کے بعد وہ مسافروں کی مہمان نوازی کے لیے بے تحاشا خرچ کرتی ہے۔ سخاوت اس کو زیب دیتی ہے۔ اس کی ہر بات میں سلیقہ۔ سگھڑپن اور وقارپایاجاتاہے۔ یہ وقار غرورسے ممیزہے کیونکہ اس کے جلسے میں اکابر عالم اور صاحب شرع بھی حاضررہتے تھے۔وہ دینی احکام سے غافل نہیں رہتی لیکن اس کی سلاست روی اور پارسائی اس شدت کی ہے کہ عنفوان شباب میں وہ سال خوردوں کی سی باتیں کرتی ہے۔ اس باعفت نازنین کاٹھنڈا شباب جنسی جذبے سے عاری ہے۔‘‘(۶)

کسی بھی کہانی میں ہیروئن کا کردار بہت جان دار ہوتاہے خاص طورپر جب اسے خوبصورت ثابت کرنا ہو تو اس کے کردار پر محنت کی جاتی ہے۔ اس کے رنگ روپ سے لے کر قد کاٹھ تک ایسی تمثیلیں اور الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے ملکہ وینس یا قلوپطرہ گھوم جائیں۔ شاعری میں تو یہ بات بہت عام ہے کیونکہ شعرا محبوب کے سراپے کو کلیوں ، بہاروں اور پھولوں کی ایسی ایسی تشبیہات سے گھڑتے ہیں کہ غزل کا چہرہ گلابی ہوجاتا ہے۔ ’’ باغ و بہار‘‘ میں ایسی کوئی گلابی نظر نہیں آتی جس میں شہزادیوں کے حسن کا ذ کر کسی مخصوص فکر کا حامل ہو۔ میرامن نے جہاں عورتوں کو دلیر اور حسن میں یکتا قرار دیا ہے وہاں ان کی مثالیں کمزورہیں۔ خاص طور پر بصرے کی شہزادی کا احوال قابل ذکر ہے جس کا کردار جود و سخا اور دین داری پر مبنی ہے لیکن اس میں ایسی خصوصیت بالکل نہیں کہ پڑھنے والا تھوڑی دیر رک کر سوچے کہ بصرے کی شہزادی میں حسن کہاں تھا۔ سید وقار عظیم بھی اس شہزادی کے ہیروئن ہونے سے انکاری ہیں:

’’ وہ نسوانی کشش تو اس میں نام کو نہیں جو کسی عورت کو کہانی کی ہیروئن بناتی ہے اور جس سے مجبور ہو کر ہیرو ہفت خواں طے کرکے اسے اپنا بنانے کے لیے دیوانہ ہوتاہے۔‘‘(۷)

تیسراکرداروزیرزادی کاہے جس کا قصہ بادشاہ آزادبخت کی زبانی بیان ہواہے۔وہ گڑیوں سے کھیلنے والی معصوم لڑکی ہے جسے خواجہ سگ پرست جیسا پچاس سالہ شخص مل جاتاہے۔ میرامن نے وزیرزادی کے کردار کو نہایت مظلوم انداز میں پیش کیا ہے جیسے اس کی کوئی خواہش اور منشا نہ ہو؛ جو دوسروں کے فیصلوں کے آگے سرجھکانے پر مجبورہو۔ یہاں قاری کی ساری ہمدردیاں اور پیاروزیرزادی کے لیے وقف ہوجاتاہے اور اس کے کردار کی نفسیاتی گتھیاں ایک ایک کر کے سلجھنے لگتی ہیں۔ اس کی وجہ اس کا خواجہ سگ پرست جیسے عمررسیدہ شخص سے شادی کرنا ہے جو پڑھنے میں غیرمعمولی بات لگتی ہے۔یہ کرداربھی مختصرہے لیکن اس کی اہمیت اور جامعیت اس کے اختتام اور قربانی پر منحصرہے جو کم عمرہونے کے باوجوداپنی زندگی کا فیصلہ خودنہیںکرپاتی۔ ایک اور کردار سراندیپ کی شہزادی کا ہے جو خواجہ سگ پرست کے قصے کا کردارہے۔اس کردارمیں ہم ہندوستانی رنگ محسوس کرسکتے ہیں کیونکہ وہ ہندو راجکماری ہونے کی وجہ سے اپنے دیومالائی اثرمیں نظرآتی ہے۔وہ آزادانہ زندگی بسر کرتی ہے جہاں وہ جنگلوں میں شکار بھی کھیلتی ہے اور گھومتی پھرتی بھی ہے۔اس کا دبنگ ہونا بھی اس کی سب سے بڑی خوبی بن کرسامنے آتاہے۔دوسری شہزادیوں کے بارے میں گیان چند کی رائے یہ ہے :

’’زیرباد اور سراندیپ کی شہزادیاں خوب چیز ہیں۔پہلے تو خواجہ کی جان لینا چاہتی ہیں اور آخرمیں اس سے عقد کرلیتی ہیں۔اسے پیرواسلام پاکر دونوں نہایت غضبناک ہوتی ہیں لیکن خواجہ کے چند جملوں سے ہی پگھل کروہ مسلمان ہوجاتی ہیں۔کیوں کر ممکن ہے کہ جو شہزادیاں ہمیشہ بت پرستوں میں پلی ہوں وہ اتفاقیہ طورپر ایک رہ گیرکے چند فقرے سن کر اپنامذہب ترک کربیٹھیںلیکن داستان گو قارئین میں مقبولیت اور سستی داد کا خریدارتھا۔ زیرباد کی رانی اپنے عاشق کے دھوکے میں خواجہ کو کنویں سے نکال لیتی ہے اور غلطی سے واقف ہوجانے پر خواجہ ہی پر قناعت کر لیتی ہے۔یہ کیسا عشق ہے کہ جس کے لیے وہ گھر بار چھوڑتی ہے محض ایک سوئے اتفاق کی وجہ سے اسے کنوئیں میں سڑنے کو چھوڑ دیا جائے اور ایک اجنبی سے شادی کرلی جائے۔دل میں منتری کے پورٹ کے لیے جو لگن اور لگاؤ تھا وہ یکایک حرف غلط کی طرح کیسے محو ہوگیا۔‘‘(۸)

 تیسرے درویش شہزادے کے قصے میں چودہ سالہ پری چہرہ لڑکی کا جمال جس کشش کا حامل ہونا چاہیے تھامیر امن نے وہاں بھی بخل سے کام لیاہے۔انہیں پری زاد میں صرف مہتاب کی جھلک نظر آئی جو فرنگی لباس میں ملبوس تھی۔میرامن شایدقصے کو اہمیت دیتے ہوئے شہزادیوں کے حلیوں اورسراپوں کو یکسرنظراندازکرتے چلے گئے ہیں۔یہاں بھی انھوں نے اس کردارکے لیے صرف نازنین کالفظ استعمال کر کے اس کی جمالیاتی خوبی کو بیان کیا ہے جسے دیکھتے ہی شہزادہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ حالانکہ بے ہوشی کسی بھی صورت کوئی عام فعل نہیں ہے بلکہ اس میں دل و دماغ کا ماؤف ہونا اس بات کا اشارہ ہے کہ بے ہوش ہونے والے کے ذہن پر کسی چیز کا گہرا اثرہواہے۔درج ذیل سطور میں اس بے ہوشی کا کوئی سبب دور دور تک نظر نہیں آتا:

’’ دیکھا تو ایک تخت بچھا ہے اور اس پر ایک پری زاد عورت، برس چودہ ایک کی ، مہتاب کی صورت اور زلفیں دونوںطرف چھوٹیں ہوئیں ، ہنستا چہرہ، فرنگی لباس پہنے ہوئے عجب ادا سے دیکھتی ہے اور بیٹھی ہے اور وہ بزرگ اپنا سر اس کے پاؤں پر دھرے بے اختیار رو رہا ہے اور ہوش حواس کھو رہا ہے۔ میں اس پیر مرد کا یہ احوال اور اس نازنین کا حسن و جمال دیکھ کر مرجھا گیا اور بے جان ہوکر گر پڑا۔ ‘‘ (۹)

چوتھے شہزادے کی ہیروئن کا خاکہ بھی کافی معدوم سا ہے۔ یہاں میرامن نے صرف اس کے احساسات کو بیان کرنے میں مشقت لگائی ہے ورنہ اس کا سراپا کہیں بھی وضع نہیں ہوپاتا۔یہاں اس کا تعارف نازنین کے نام سے ہوتاہے جس سے اس کے سراپے یا حسن پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ سوائے اس کے جذباتی ہونے کی مثالوں کے ، اورکوئی قابل ذکربات سامنے نہیں آتی۔ یہ داستان کا آخری قصہ ہے جس میں کہانی بھی مختصرہوجاتی ہے۔شہزادے کا اس نازنین کے لیے جنسی کشش رکھنا اور خود اس نازنین کا ہاں میں ہاں ملانا قصے کی رومانوی اہمیت بڑھاتاہے۔ذیل میں دئی گئی مثال ملاحظہ ہو:

’’جب نزدیک پہنچے میں مبارک کو سوتادیکھ کراس نازنین کے قدموں پرسر رکھ کراپنے دل کی بے قراری اور ملک صادق کے سبب سے لاچاری نہایت منت وزاری سے کہنے لگاکہ’جس روز سے تمہاری تصویردیکھی ہے،خواب و خورش اور آرام میں نے اپنے اوپرحرام کیاہے۔ اب جو خدانے یہ دن دکھایاتو محض بیگانہ ہورہاہوں؛فرمانے لگی کہ’میرابھی دل تمہاری طرف مائل ہے کہ تم نے میری خاطرکیاکیاہرج مرج اٹھایااور کس کس مشقتوں سے لے آئے ہو۔خداکویادکرواورمجھے بھول نہ جائیو۔ دیکھوتو پردہ غیب سے کیاظاہرہوتاہے!‘یہ کہہ کر ایسی بے اختیارڈاڑھ مار کر روئی کہ ہچکی لگ گئی۔‘‘(۱۰)

میرامن اظہار حسن کے لیے بے دریغ صفات کا انبار نہیں لگاتے اس لیے ان کے کردار کمزورہیں۔ ان کرداروں کی پیش کش ایسی ہے کہ پڑھنے والا تحریک محسوس نہیں کرتاجیسے پانی میں پتھر مارا جائے تو کچھ لہریں پیدا ہوتی ہیں ویسے ہی ’’ باغ و بہار‘‘ وقتی ارتعاش کا شکار ہے۔ ہر شخص کے دیکھنے اور سوچنے کا انداز دوسرے سے مختلف ہے جیسے ایک وقت میں کوئی عام سی صورت آنکھوں کو بھلی لگتی ہے اور دوسرے لمحے کوئی حسین چہرہ بھی متاثر نہیں کرپاتااسی طرح جمالیاتی اپروچ پیدا ہوتی ہے۔ اس بات کا اندازہ پہلے درویش کے قصے سے لگایا جاسکتاہے جس میں یوسف سوداگر کی معشوقہ کالی کلوٹی بھتنی ہے۔ گویا میر امن نے خوبصورتی کو ہی حسن کی معراج قرار نہیں دیا ان کے ہاں نسوانی چہرے اتنے خوبصورت نہیں اسی لیے وہ بدصورت چہرے کو بھی حسین قرار دے دیتے ہیں ۔ یہ کالی بھتنی اس سوداگر کے لیے اتنی ہی حسین ہے جتنی لیلیٰ مجنوں کے لیے تھی۔ میر امن جہاں اپنے نسوانی کرداروں کی خوبصورتی کا تذکرہ کرتے ہیں وہاںمتحرک تشبیہات و استعارات کا استعمال نہیں کرتے اسی لیے ان کے پیش کردہ کردارسپاٹ اور سادے ہیں۔ ذیل میں درج کچھ ایسی ہی شہزادیوں کے سراپے موجود ہیں جن سے ان کی اختصار پسندی کا اندازہ لگایا جاسکتاہے۔ خاص طور پر جب اس کالی بھتنی عورت کا تعارف کروایا جاتاہے تو اس کے کردار کی ظاہری خصوصیات بھی صرف اس کے رنگ تک ہی محدود ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس کے ڈراؤنے چہرے کو ہیبت ناک بنانے کے لیے علامتوں یا تشبیہوں کا سہارا لینے کے بجائے بس دیکھنے والی کی آنکھ کو ہی مرکز بنایا گیا ہے۔ اس ایک آنکھ میںیوسف سوداگر کے لیے محبت جھلکتی ہے اوردوسری آنکھ میں زمانے کے لیے کراہت کا سامان پیدا ہوتاہے:

’’ ایک عورت کالی کلوٹی ، بھتنی سی، جس کے دیکھنے سے انسان بے اجل مرجاوے، جوان کے پاس آن بیٹھی۔‘‘ (۱۱)

’’ وہ بھتنی بھی اس جوان پری زاد کے گلے لپٹ گئی۔ سچ مچ یہ تماشا ہوا جیسے چودھویں رات کے چاند کو گہن لگتا ہے۔۔۔۔ ایک شخص کنارے سے بولا:’’ یارو! عشق اور عقل میں ضد ہے ، جو کچھ عقل میں نہ آوے ، یہ کافر عشق کر دکھاوے ۔ لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھو۔‘‘ (ص۱۲)

’’ ایک معشوق خوب صورت ، کامنی سی مورت (جس کے دیکھنے سے ہوش جاتا رہے) گھائل ، لہومیں تربتر آنکھیں بند کیے پڑی کلبلاتی ہے ۔ ‘‘ (ص ۱۳)

’’ اس پری کا شفا پانے سے ایسا رنگ نکھرا کہ مکھڑا سورج کے مانند چمکنے اور کندن کی طرح دمکنے لگا۔ نظر کی مجال نہ تھی جو اس کے جمال پر ٹھہرے ۔ ‘‘ (ص ۱۴)

’’ میں نے اس کے دیکھنے کو گردن اٹھائی ۔ دیکھا تو نمدا چیر کر، ایک مکھڑا چاند کا سا نکل رہا ہے ۔ دیکھتے ہی اس کے ، میرے عقل و ہوش بجانہ رہے ۔ پھر اپنے تئیں سنبھال کر دیکھا تو ایک مرصع کا تخت پری زادوں کے کاندھے پر ، معلق کھڑا ہے اور ایک تخت نشیں، تاج جواہر کا سر پراور خلعت جھلابور بدن میں پہنے ، ہاتھ میں یاقوت کا پیالہ لیے اور شراب پیے ہوئے ، بیٹھی ہے ۔ ‘‘ (۱۵)

میرامن کے ہاں کرداروں کی پیش کش اپنے روایتی انداز میں موجود ہے جہاں مردانہ کردار تو بالکل سپاٹ اور کھردرے ہیں لیکن نسوانی کردار پھر بھی کہیں نہ کہیں کشش ضروررکھتے ہیں۔ شایداس کی وجہ کرداروں کا نسوانی ہوناہے یا پھران کی پیش کش میں رومانوی انداز فکرکا حاوی ہونا غالب عنصرہے۔ میرامن کے ہاں کہانی کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے ناکہ کرداروں پر محنت صرف کرنے کا سوچاگیاہے۔ ’’باغ و بہار‘‘کی خوبی یہ ہے کہ اتنے مختصرکرداروں کے باوجود اسے مقام و مرتبہ حاصل ہوا۔ اس کے مردانہ کردار اپنے اندر کوئی خاصیت نہیں رکھتے لیکن پھربھی قاری کو انھیں پڑھتے ہوئے برامحسوس نہیں ہوتا۔ اس کی نسبت نسوانی کردارچاہے وہ عام سے عام نوعیت اور مدت کے لیے ہی کیوں نہ آئے ہوں قارئین کی زیادہ توجہ کھینچنے کا سبب بنے ہیں اور یہی ’’باغ و بہار‘‘کی کامیابی گردانی جاسکتی ہے۔داستان کی سب سے بڑی خوبی اس کی مرقع نگاری ہے جس میں ہمیں صرف کہانی کی ہی اہمیت سے واقف نہیں ہونا پڑتابلکہ اس کے ماحول سے بھی آشنائی ہوتی ہے۔’’فسانہ عجائب‘‘میں بھی یہ مرقعہ نگاری داستانوی ادب میں اپنا مقام قائم رکھنے میں کامیاب رہی ہے۔سرورنے واقعہ نگاری کے پس منظرمیں جو مرقعے بیان کیے ہیں وہ جذبات و احساسات اورنفسی کیفیات کا جوہرہیں۔رفیع الدین ہاشمی نے سرورکی مرقع نگاری کو داستان میں مثبت قدم قراردیاہے۔ان کے خیال میں واقعہ نگاری کے نمونوں کے ساتھ ساتھ مبالغہ آرائی بھی موجودہے لیکن اس کے باوجودیہ مرقعے جاندارہیں۔سرورنے اپنے قلم کی رنگینی کو بیان کرنے میں مہارت سے کام لیاہے۔ان کی لفاظی میں بس تصنع کے عناصرپائے جانے کی وجہ سے کچھ چیزیں دقیق ثابت ہوئی ہیں۔اس بارے میں رفیع الدین ہاشمی کا کہنا ہے کہ داستان نویس اپنی انشاء پردازی کا سکہ بٹھانے کے لیے تخیل کا استعمال کرتے ہیں۔سراپانگاری کے حوالے سے سرورکے فن کے بارے میںان کا کہناہے:

’’فسانہ عجائب‘‘کے مرقعے طویل نہیں (اوریہ سرورؔکی اختصارپسندی کا اثرہے)لیکن یہ سرورؔکے ذخیرۂ ،الفاظ کی وسعت ،مشاہدے کی گہرائی،مبالغہ و حسن بیان اورکمال انشاپردازی کا ثبوت ہے۔داستان نویس مرقع نگاری کے ذریعے سامعین و قارئین کے ذہنوں پراپنی انشاپردازی،جولانی ٔ طبع اورفراوانی تخیل کانقش جماناچاہتے تھے۔’’فسانہ عجائب‘‘میں بھی سرورؔنے قارئین اپنے زورقلم سے مرعوب کیاہے اوریہی مرقع نگاری کا مقصدہے اوراس کا جوازبھی۔‘‘(۱۶)

سرورکی کردارنگاری کے حوالے سے اکثرنقادوں نے کافی کڑی تنقیدکابھی سہارالیاہے۔جہاں ان کے کرداروں پر تنقید کی گئی ہے وہیں ان کی اہمیت کو بھی سامنے رکھاگیاہے۔سب کرداراپنی اپنی جگہ مسلمہ ہیں،سب کی اپنی اپنی ضرورتیں اوردائرہ کارہیں۔داستان ایک دائرے کے گردگھومتی ہوئی معلوم ہوتی ہے جس میں حسن بھی ہے اورطلسمات کا گورکھ دھندابھی موجودہے۔اس حوالے سے سرورکے مردانہ کرداروں میں صرف شہزادہ جان عالم کاکردارزیادہ اہم اورمتاثرکن ہے۔وہ کہیں کہیں تو نازک مزاج لگتاہے اورکہیں بہت نسوانیت کا حامل معلوم ہوتاہے۔اس کے کردارو عمل کی ساری حرکات و سکنات تصنع آمیزمعلوم ہوتی ہیں۔سرورنے اسے اساطیری رنگ میں ڈھال کر شہزادہ بنانے کی سعی کی ہے۔اس کا سراپا ہی اس نسوانی پن کے بوجھل لبادے میں ملبوس ہے جس کا ادراک اس کی حرکات سے بخوبی لگایاجاکسکتاہے۔سرورکا یہ مردانہ کرداراپنی حسن پرستی اورعشق بازی کی وجہ سے زیادہ متاثرکن ہے ورنہ اس میں ایسی کوئی خاص بات نظرنہیں آتی۔اس بارے میں ڈاکٹررفیع الدین ہاشمی کا کہناہے:

’’اس تقابلی مقابلے میںمردکردار،نسوانی کرداروںکے مقابلے میںکمزوراوردبے ہوئے نظرآتے ہیں۔نسوانی کرداروںکاتاثرزیادہ واضع،دیرپااورگہراہے۔چندمردکرداروں میں کچھ جان ہے مگروہ ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔یہ عجیب بات ہے کہ اصل داستان کے ہیرواورہیروئن (انجمن آراء)کے بجائے ایک تیسراکردار،ملکہ نگارزیادہ مکمل اوربھرپورکردارہے۔نسوانی کرداربعض انسانی اخلاقی صفات وخصوصیات اوراس کی نفسیات کے بعض پہلوؤں کی ترجمانی کرتے ہیں مثلاًملکہ مہرنگارعورت کی وفاداری ،مجسٹن کے بیٹے کی بیوی(جزیرے کی شہزادی)عورت کی بے وفائی ۔چڑی مارکی بیوی عورت کی رحمدلی اورمامتا،مفتی کی بیوی عفت وپاک دامنی اورماہ طلعت عورت کی ضد اورہٹ دھرمی کی علامتیں ہیں۔‘‘(۱۷)

ملکہ مہرنگار:

نسوانی کرداروں میں ملکہ مہرنگارکاکرداربھی بہت جانداراورچاہے جانے کے قابل ہے۔رفیع الدین ہاشمی اس کردارکو روایتی کرداروں کے برعکس زیادہ غیرمثالی،فطری اورانسانی سمجھتے ہیں۔مہرنگارکے اندرشہنشاہیت کے سارے گرموجودہیںیہی وجہ ہے کہ وہ قارئین کے سامنے خوبصورت اوربے مثال بن کر ابھرتی ہے۔شہزادہ جان عالم اس کے ملکوتی حسن کے آگے ہتھیارایسے ہی تو نہیں پھینکتا۔اس کی بے قراری اوربے چینی اس کے جذبوں کی امین ہے جسے وہ ملکہ کے قدموں میں ڈھیرکرنے کے لیے بے تاب دکھائی دیتاہے۔عشق کی یہی آگ ملکہ مہرنگارکوبھی جلاکرخاکسترکردیتی ہے اوروہ اپنی عقل و دانش تک بھلابیٹھتی ہے۔اس کے اندرروایتی عورت کی طرح حسد اورجلن بھی موجودہے اسے اپنی ناقدری کا بھی احساس ہے لیکن عشق کی جوالا اسے قابوکیے رکھتی ہے۔وہ باقی کرداروں کی نسبت زیادہ مصائب کا سامنا کرتی ہے اسی لیے اس کے دل کی کیفیت پراثرہے۔وہ شہزادے کی بے وقوفیوں کے باوجوداسی کادم بھرتی ہے جو اس کی عشق پرستی کی سب سے بڑی مثال ہے۔مہرنگارکی باطنی خوبیوں کے بارے میں رفیع الدین ہاشمی کاکہناہے:

’’جان عالم کو اس کے اصلی قالب میں واپس لانے کا کارنامہ ایساعظیم الشان ہے کہ ملکہ مہرنگارکی خدادادذہانت اورغیرمعمولی ذکاوت کا جواب نہیں۔اس کی دوراندیشی کا اس موقع پر بھی قائل ہوناپڑتاہے جب وہ جان عالم کو جہازپرسمندرکی سیرسے بازرکھتی ہے۔وہ متردّد ہوکرکہتی ہے’’تمہارے دشمنوں کو نرامالیخولیاہے۔‘‘مگرشہزادے کے اصراربلکہ ضدپر مجبوراً اسے جہازپرسوارہوناپڑتاہیاوریہ مجبوری جان عالم کی محبت کے سواکچھ اورنہ تھی مگراس کی چھٹی حس اسے کسی خطرے کا الارم دے رہی ہے چنانچہ وہ ’’مضطرب دار‘‘شعرپڑھتی ہے۔ایک بادشاہ اسے ڈوبنے سے بچالیتاہے اوراس سے شادی کی درخواست کرتاہے۔یہ ملکہ کے لیے سخت آزمائش کا وقت ہے۔انکارکی صورت خدشہ ہے کہ بادشاہ نہ معلوم کیاسلوک کرے۔جان سے مارڈالے تو کون پوچھنے والاہے۔اگراقراکرتی ہے تویہ جان عالم سے بے وفائی ہے۔اس کڑے وقت میں ملکہ نے حکمت خداداداورحسن تدبرسے اس الجھن کو یوں سلجھایاکہ ایک سال کی مہلت لی۔سانپ بھی مرگیا(خواہ وقتی طورپرہی سہی)لاٹھی بھی سلامت رہی۔ملکہ کی اس دوراندیشی، فہم وذکاوت اوردانش مندی کی بناپرعزیزاحمدنے اس کردارکو’’مجسم عقل‘‘بتایاہے۔‘‘(۱۸)

رفیع الدین ہاشمی کے خیال میں سرورنے ملکہ کے ظاہری حسن کے بجائے اس کی خوبصورت سیرت کو زیادہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے مطابق ملکہ کے لیے معصوم اوربھولی بھالی لڑکی کے خطابات نہیں جچتے ۔سرورنے جان عالم کے لیے شہزادہ،انجمن آراء کے اورماہ طلعت کے لیے شاہزادی اورمہرنگارکے لیے ’’ملکہ‘‘کا لفظ استعمال کیاہے جس سے درسرے کرداروں کی نوعمری کے مقابلے میں مہرنگارکی پختہ کاری ظاہرہورہی ہے ۔اس کاباپ نہ معلوم کتنی مدت ہوئی ،تخت و تاج سلطنت سے دستبردارہوچکاتھا،اب یہ ملکہ حکمران ہے۔سرورنے بظاہربتایانہیں لیکن قرائن سے واضع ہے کہ ملکہ کی عمرخاصی ہے اوروہ سب سے ’’سینئر‘‘ہے۔لہٰذااسے معصوم اوربھولی بھالی لڑکی کہنابجانہیں ہے۔ملکہ کی فہم وفراست اوردانش مندی وتدبرمیں بھی اس کی عمرکو خاص اہمیت حاصل ہے۔اپنی پختہ عمری اورپختہ فکری کے سبب وہ سب کرداروں پر چھائی ہوئی نظرآتی ہے۔وہ جان عالم کی بیوی نہیں،اس کی مربیّہ و محسنہ اورمشفقہ بزرگ معلوم ہوتی ہے جوموقع بہ موقع اسے عقل کی بات بتاتی اورمشکل مراحل میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔خطرے کے وقت جان عالم کی حفاظت کے لیے اس کاجذبہ اس مرغی کا ہے جو چوزوں پراپنے پروں کو پھیلاکرانہیں دشمن کے حملوں سے بچاتی ہے۔جان عالم کے باوجود روکنے اورتنبیہ کرنے کے جب کوئی حماقت کرتاہے تو وہ اسے والدین کے اندازمیں ڈانٹتی ہے اورمشفق بزرگوں کی طرح محبت کے ساتھ اس کی حماقتوں کا ذکرکرتی ہے۔جان عالم اس کے سامنے ایک نوخیزبچہ ہے جو مہرنگارکی انگلی تھامے اس کے ساتھ ساتھ چلاجارہاہے اوروہ اسے راستے کے نشیب و فرازسے بچاتی لیے جارہی ہے۔مہرنگارکی خوب صورتی اس کی ظاہری اورباطنی زندگی کی خوبیوں سے عبارت ہے جس میں ہمیں عورت کے جذبات و احساسات کی کئی نازک خیالیوں کے بارے میں پتہ چلتاہے۔اگرچہ سرورنے مہرنگارکا خاکہ کھینچنے میں اتنی چستی اوربرجستگی نہیں دکھائی جتنااس کے کردارسے توقع کی جاسکتی تھی۔یہاں سرورنے مہرنگارکے چہرے مہرے اورخدوخال کو بالکل عام اندازمیں بیان کیاہے ۔ان کی زیادہ توجہ ان کرداروں کی نفسیاتی گرہیں کھولنے میں صرف ہوئی ہیں۔مہرنگارکا کرداربھی انھی خصوصیات کا مظہرہے جس میں میں ملکاؤں جیسی شان بان بھی نظرآتی ہے اورحسن و خوبصورتی کے تمام زایوں کا بھی علم ہوتاہے ۔مہرنگارکی تفصیل محدودہونے کا مطلب یہ ہرگزنہیںہے کہ سرورنے اس کی شخصیت کوکہیں بے وزن اوربوجھل بنادیاہو۔مہرنگارکی ظاہری شخصیت میں جوانی کا الڑھ پن بھی موجودہے اورپرتکلف لباس کی تمام جزئیات بھی پائی جاتی ہیں۔اس کے شوق بھی شاہانہ ہیں یعنی اسے شکارکی عادت ہے اورسیروسیاحت بھی اس کے خون میں شامل ہے۔ذیل میں دئیے گئے اس اقتباس میں مہرنگارکے حسن کا نقشہ کچھ یوں کھینچاگیاہے:

’’حوروش،غیرت سرو،خجلت دہ شمشاد،زریں کمر،نازک تن،سیم بر،چست وچالاک ،کم سن،الڑھ پنے کے دن،اچھلتی کودتی ،مردانہ وارپیادہ ،اورجواہرنگارہوادارپرایک آفتاب محشرسوار،گردپریوں کی قطار،تاج مرصع کج سرپر،لباس شاہانہ پرتکلف دربر،نیمچہ سلیمانی اس بلقیس وش کے ہاتھ میں ،سیماب وشی بات بات میں،صیدکرنے کی گھات میں۔اوربندوق چقماقی خاص لندن کی،طائرخیال گرانے والی برابررکھے؛شکارکھیلتی،سیرکرتی چلی آتی ہے۔‘‘(۱۹)

مہرنگارکے کردارکی نفسیاتی گرہیں زیادہ ہیں جن میں سب سے پہلی وجہ تو اس کے باپ کی درویشی ہے۔جس عمرمیں اسے باپ کی شفقت اورتوجہ چاہیے تھی اس سے وہ محروم رہی اورجس کی وجہ سے اس کے اندرحددرجہ متانت اورخاموشی نے جگہ بنالی۔مہرنگاردراصل لکھنوی تہذیب کی پردردہ ہے جوحسین ہی نہیں بلکہ سمجھداری کے پیمانے پربھی پورااترتی ہے۔سرورنے لکھنوی عہدکی بے باک عورت کوداستان کے پردے پردکھانے کی کوشش کی ہے۔وہ مثالی کردارہے جس میں حسن بھی ہے اورنزاکت کا مادہ بھی پایاجاتاہے۔اس کی ذہانت بھی کم توجہ کے لائق نہیں ہے جس کے بل بوتے پر وہ قارئین کے دلوں میں گھرکرنے کا فن جانتی ہے۔اس کی نسبت انجمن آراء زیادہ چلبلی اورنٹ کھٹ ہے اس کا طرزرہن سہن بھی ملکہ مہرنگارسے جداہے۔مہرنگارایک اعلیٰ درجے کی عورت ہے کی حاضردماغی،عزم واستقلال اورپختہ کاری کہانی کو آگے بڑھاتی ہے۔وہ حوصلہ ہارنا نہیں جانتی اورنہ ہی اسے خطرات کے آگے ہتھیارڈالناآتے ہیں۔سرورنے مہرنگارکی ظاہری اورباطنی دونوں خوبیوں کوبیان کرنے کی کوشش کی ہے۔اس بارے میں ڈاکٹرتبسم کاشمیری کا کہناہے:

’’ملکہ مہرنگارالبتہ ایک بہترکردارہے ۔اس کردارمیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت موجودہے۔انسانی جذبات واحساسات سے یہ کردارآبادہے۔ذاتی سوجھ بوجھ سے ملکہ مہرنگارداستان میں تحرک پیداکرتی ہے۔وہ ایک ایساکردارہے جو داستان کے ارتقاکے ساتھ ساتھ خودبھی ارتقا پذیرنظرآتاہے۔سرورنے جس اندازسے ملکہ مہرنگارکے حسن کا روایتی نقشہ بنایاہے،اس سے غزل کی معروف روایتی محبوبہ برآمدہوتی ہے۔شعریت کے ازبس غلبہ نے سرورکو مہرنگارکے حقیقی حسن کی انفرادیت کو بیان کرنے سے بھی محروم کردیاہے۔دراصل سرورمثالیت کی جانب بے حدمائل ہے۔وہ عام مناظربنانے میں دل چسپی نہیں رکھتا۔اس کا ذہن اسے ہمیشہ مثالیت کی جانب لے چلتاہے۔ملکہ مہرنگارکے حسن کو دکھانے میں بھی وہ مثالیت کے زیراثرہے اوریہاںوہ غزل کے مثالی حسن کے حوالوں سے ایک خوب صورت عورت کی تصویربناتاہے۔اپنے کمالات دکھانے کے باوجود وہ اس حسن سے پیداہونے والی حسیت نہیں دکھاپاتابلکہ صفات،تشبیہات اوراستعارات سے محض زوربیان کا مظاہرہ کرتاہے۔‘‘(۲۰)

مہرنگارکی ذہانت اورغیرمعمولی فراست ہی ’’فسانہ عجائب‘‘کی خوبی ہے۔سرورنے عورتوں کے چرتروں کے بجائے ان کی ذہانت کی بات کی ہے جس کے کئی رنگ ہیں ان میں سے ایک رنگ تو ہمیں مہرنگارکے کردارمیں ہی نظرآجاتاہے۔وہ باتدبیراورمشرقی عورت ہے جس میں ایک خاندانی عورت کی ساری خوبیاں موجود ہیں۔معاشرتی حقیقتیں اورزمینی حقائق کچھ بھی ہوں لیکن سرورکا یہ کردارنسوانی خوبیوں کے علاوہ اپنی جداگانہ حیثیت بھی رکھتاہے۔

انجمن آراء:

سرورکے ہاں نسوانی کرداروں کے بھی نت نئے چہرے ہیں کوئی رنگین مزاج ہے تو کوئی کردارنگاری میں سب سے آگے بڑھا ہوادکھائی دیتاہے۔انجمن آراء کا حسن بھی اپنی مثال آپ رکھتاہے جس کے سحرمیں مبتلاہونے والا شہزادہ جان عالم ملک زرنگارتک پہنچ گیا۔جادوئی قلعے کو تسخیرکرنا اورویرانے میں انجمن آراء سے ملاقات ہونا دونوں کے دلوں میں محبت کی آگ بھڑکانے میں اہم کردار اداکرتاہے۔رفیع الدین ہاشمی کے خیال میں یہ رائے درست نہیں کہ انجمن آراء کی خوبصورتی کی کوئی قابل ذکرمثالیں نہیں ملتیں۔ان کی رائے میں ماہ طلعت بھی حسن آراء کاحسن دیکھ کر شرمندہ ہوتی ہے اور اس کے غیرمعمولی حسن وجمال کی سب سے بڑی شہادت یہ ہے کہ ساحرمحض اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے اٹھاکرلے جاتاہے۔سرورنے انجمن آراء کو ’’معصوم اوربھولی بھالی‘‘ بتایاہے۔درحقیقت وہ نہ تو ایسی بھولی بھالی ہے اورنہ ہی ’’تیزطرار اورکہنہ مشق چالاک عورت‘‘ہے۔جان عالم اس پر عاشق ہے اوروہ تازہ شمشیرمحبت کی گھائل ہوئی،چنانچہ اس کی والدہ اس کے سامنے جب جان عالم کا نام لیتی ہے تو دل میں خوش ہوتی ہے مگردکھاوے کے طورپر شہزادے کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی ظاہرکرتی ہے۔سہیلیاں جان عالم کا نام لے کر اسے چھیڑتی ہیں تو پہلے انھیں ڈانٹتی ہے مگراندرہی اندردل میں لڈو پھوٹتے ہیں۔وہ درحقیقت روایتی عورت ہے اسی لیے اس کے اندرجذبات و احساسات بھی ویسے ہی پل میں تولہ اورپل میں ماسہ کی طرح پنپتے ہیں۔وہ کھل کر سامنے آنے سے گریز کرتی ہے کہ کہیں اس کے دل کا رازکسی پر ظاہرنہ جائے۔اس کے دل میں جان عالم کے لیے جو جذبات ہیں وہ دبے ہوئے ہیں جن کی آنچ اسے سلگائے رکھتی ہے۔سرورکا یہ کرداراپنی روایت سے جڑاہے جسے بیان کرتے ہوئے انھوں نے تصنع سے کام نہیں لیا۔منہ پرکچھ اوردل میں کچھ،جیسے جذبات اس کی زندگی کاسرمایہ ہیں یعنی اس کا دل ہی کٹہراہے اوروہ اس میں کبھی مجرم بن کر کھڑی ہوتی ہے اورکبھی منصف بنی ہوئی نظرآتی ہے۔اسے منانے سے زیادہ روٹھنا آتاہے اسے لیے وہ ایک جگہ رونے کا مظاہرہ کرتی ہے جسے سرورنے’’ بناوٹ سے رونے لگی‘‘ کہہ کر اس کی اندرونی کشمکش کو بیان کیاہے۔اسے اپنے جذبات کاانخلاء کرنے کا طریقہ اوراندازمعلوم نہیں ہے اسی لیے جان عالم کی گمشدگی کے موقع پر بھی وہ اس کے چہرے پر سوالیہ نشان ہی ابھرتاہوادکھایاگیاہے۔وہ اندازے اورقیافے لگانے میں بھی صفرہے اسی لیے شہزادے کی رہائی کے سلسلے میںبھی ملکہ مہرنگارہی تراکیب لڑاتی اورتدبیریں سوچتی ہے۔رفیع الدین ہاشمی کے خیال میں شہزادے کی رہائی محض ملکہ مہرنگارکاہی کارنامہ ہے انجمن آراء کی حیثیت ایک خاموش تماشائی کی ہے ۔اسی لیے اس کے کردارمیں کہنہ مشقی اورچالاکی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ان کے خیال میں انجمن آراء ایک بااخلاق ،نیک دل اورعالی ظرف خاتون ہے۔مہرنگارسے پہلی ملاقات کے موقع پر بجائے حسدیا بغض کے،جو عورت کی فطرت کے پیش نظراس سے بعیدنہیں تھا،ملکہ سے ٓبڑے اخلاص اورگرمجوشی سے ملتی ہے۔رات بھراس کے ساتھ بے تکلفانہ گفتگوکرتی ہے اورصبح بڑی عالی ظرفی سے جان عالم کے سامنے ملکہ کی تعریفیں کرتی ہے۔دونوں عورتوں میں حسد،بغض اورنفرت کا مادہ تک نظرنہیں آتا،دونوں کی باہمی الفت حددرجہ بڑھی ہوئی تھی۔انجمن آراء جتنی حسین ہے اتنی ہی خوش زبان اورحوصلہ افزابھی دکھائی دیتی ہے۔ڈاکٹرنیرمسعود رضوی نے نجمن آراء کے بجائے ملکہ مہرنگارکو داستان کی ’’اصلی ہیروئن ‘‘قراردیاہے۔انجمن آراء کی شوخیاں اوربچپنا اس کی ذات کے تمام پوشیدہ گوشوں کو بے نقاب کرتاہے۔انجمن آراء اورمہرنگاردونوں اپنی اپنی جگہ منفردحیثیت رکھتی ہیں،مہرنگارجتنی سنجیدہ اورمتین ہے انجمن آراء اس کا الٹ واقع ہوئی ہے۔اس کا چنچل پن اورنازو اندازجتنا دل پذیرہے اتناہی خوش گواریت کا حامل بھی ہے۔سب سے پہلی اوربڑی خوبی تو اس کا حسین ہوناہے جس کا گواہ خود طوطاہے ۔سرورکایہ کردار’’پدماوت‘‘سے مستعارہے جس میں ایساہی ایک طوطاشہزادی کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتاہواملتاہے۔سرورکے ہاں اتنی تعریف و توصیف تونظرنہیں آتی لیکن اس بات کا اندازہ ضرورہوجاتاہے کہ انجمن آراء میں کچھ تو بہت غیرمعمولی ہے جس کا ادراک ہونالازمی جزوہے۔ڈاکٹرعبیداللہ خان کے مطابق انجمن آراء کا کردارہمارے سامنے حسن مجسم بن کرآتاہے۔وہ معصوم اورسیدھی سادھی شہزادی ہے جس نے ابھی دنیانہیں دیکھی ،اسی وجہ سے اس کے کردارمیں کوئی حرکت اورحرارت محسوس نہیں ہوتی۔ڈاکٹرصاحب کی رائے میں داستان میں جب ملکہ مہرنگارجلوہ گرہوتی ہے تو انجمن آراء قاری کی نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہے۔اس میں زندگی کی رمق اس وقت نظرآتی ہے جب اس کی ماں جان عالم سے اس کی شادی کے بارے میں رائے لیتی ہے۔اس بارے میں ڈاکٹرتبسم کاشمیری کاکہناہے:

’’ڈاکٹرمہرصادق مہرنگارکے علاوہ دیگرکرداروں کو (Dummies)کہتے ہیں۔انجمن آرا،ایک بنابنایا،بندھابندھایاکردارہے جس میں کسی تبدیلی کا امکان نہیںہے۔وہ اودھ کی چنچل شہزادیوں کی طرح ہے۔غرورو نازاورامارت کا نشہ اس کی رگ رگ میں موجودہے۔حیرت ہے کہ وہ جادوگرکی قیدکے مظالم سے نجات دلوانے والے شہزادے کی منون و متشکرہونے سے بھی احترازکرتی ہے۔‘‘(۲۱)

انجمن آراء کا کردارشوخی اورچلبلے پن کی مثال ہے،اس کا یہ اندازبے تکلفی اوربے حجابی سے عبارت ہے ۔اس کے کردارمیں کسی قسم کی چالاکی یا مکاری نہیں ہے اورنہ ہی موقع شناسی ہے۔بس وہ مہرنگارکے مقابلے میں زیادہ زندہ دل اوررنگین مزاج ہے جس کی ایک وجہ مہرنگارکی مشکلات اورمصائب سے بھری زندگی بھی ہوسکتی ہے۔انجمن آراء کے کردارمیں مقناطیسیت نہیں ہے یہ وصف مہرنگارکے ہاتھ ہی لگ سکاہے۔ڈاکٹرنیرمسعودکے خیال میںداستان میں ایک موقع پر انجمن آراء مہرنگارپر تھوڑی دیرکے لیے چھاجاتی ہے ،یہ موقع جان عالم اورمہرنگارکی شادی کاہے جب انجمن آراء فرط جذبات میں مہرنگارکو سلام کے جواب میں اٹھ کر گلے سے لگالیتی ہے۔اس کا یہ عمل ثابت کرتاہے کہ اس کے اندرسوتن کے لیے منفی جذبات نہیں ہیں وہ اسے اپنی سہیلی کے روپ میں ہی دیکھتی ہے۔ورنہ سوتیاڈاہ کی ماری ہوئی عورت سے ایساعمل ناگزیرہے جیسااس داستان میں ہمیں نظرآتاہے درحقیقت اسے مثالیت پسندی بھی کہاجاسکتاہے۔انجمن آراء کی سادگی اورصلح جوئی کی دوسری مثال ماہ طلعت کے حوالے سے بھی سامنے آتی ہے جب وہ ماہ طلعت سے ملتی ہے اورطوطاماہ طلعت کو شرمندہ کرتاہے۔انجمن آراکوان باتوں کے پیش نظراتنابھی معصوم سمجھنادرست نہیں ہے کیونکہ وہ جتنی بھولی بھالی دکھائی دیتی ہے اتناہی عقل منداورہوشیاربھی ہے۔ہاں اتناضرورکہاجاسکتاہے کہ ملکہ مہرنگارکی غیرمعمولی ذہانت کے آگے اس کے کردارکی پختگی ذرادبی دبی سی معلوم ہوتی ہے۔اس کی جان عالم سے پہلی ملاقات کے موقع پربے تکلفانہ گفتگوبھی اس کی نفسیات کوسمجھنے کے لیے کافی ہے۔انجمن آراء کا کردارمشرقیت کا عکس ہے جس میں ہمیں اس کی محبت کی کہانی بڑی روایتی نظرآتی ہے۔جان عالم کا اس پر جان دینا اورجواباً اس کے دل میں شہزادے کے لیے محبت کا جاگنا فطری اورروایتی ہے ۔جب انجمن آراء کی ماں اس سے شہزادے کے بارے میں پوچھتی ہے تو وہ روایتی انکارسے کام لیتی ہے گویامن ہی من میں وہ جان عالم کے لیے ہاں کہہ چکی ہے لیکن اوپرسے بس دکھاوا ہی ہے۔جان عالم کا کرداراتنا جاندارنہیں ہے کیونکہ اس کی زندگی میں عورتوں کی بھرمارہے اسی لیے شاید انجمن آراء بھی کہیں کہیں دبی ہوئی ملتی ہے۔بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جہاں وہ پس منظرمیں جاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔سرورکے ان کرداروں میں بیش بہاتضادات ہیں جنہیں انھوں نے جگہ جگہ بیان کیاہے لیکن انجمن آراء کو زندہ رکھنے والا طوطا ہے جو جان عالم کے دل میں اس کی محبت کے خیمے گاڑتاہے اورپھرماہ طلعت کے سامنے اس کی تعریفوں کے پل بھی باندھتاہے۔درحقیقت انجمن آراء اپنے کرداراورحسن کے بل بوتے پرہی قارئین کے دل جیتتی ہے حالانکہ داستان میں اس کا مقابلہ اپنے ہم عصرکرداروں سے پڑتاہے لیکن وہ کہیں گرتی ہوئی نظرنہیں ٓتی۔

ماہ طلعت:

ماہ طلعت،جان عالم کی پہلی بیوی ہے جو روایتی پن کا شکارہے۔جسے اپنے مال و دولت اورحسن پر نازہے۔وہ حاسد عورت کے روپ میں سامنے آتی ہے جب طوطا اس کے سامنے انجمن آراء کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتاہے تو وہ جلن اورحسدمیں مبتلاہوجاتی ہے۔اگرچہ داستان میں اس کا کردارمختصرہے لیکن اس کے روایتی پن کے آگے سب باتیں ماند پڑجاتی ہیں۔مثلاً،اس کا طوطے کے منہ سے انجمن آراء کی تعریفیں سن کر اسے ٹوکنااورپھرطوطے پر غصہ اتارناکوئی قابل ذکرباتیں نہیں لیکن اس سے اندازہ ہوتاہے کہ ماہ طلعت کی طبیعت کیسی ہے۔وہ اپنے ہی خول میںلپٹی ہوئی دکھائی دیتی ہے جس کے پاس شاید کسی اوربات کو سوچنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ماہ طلعت کاکردارایک حاسدعورت کاکردارہے جوسوتیاڈاہ کی ستائی ہوئی ہے اورجس کی زندگی میں دوسری عورت کی موجودگی اتنی ہی روح فرساہے جتناکہ کسی بھی جیتی جاگتی عورت کے لیے ہونی چاہیے۔’’فسانہ عجائب‘‘کے کرداروں میں ہمیں جھول اس لیے نظرآتے ہیں کیونکہ اس سے قبل ہمارے سامنے ’’طلسم ہوشربا‘‘اور’’الف لیلیٰ‘‘جیسی نادرداستانیں بھی موجودتھیں۔دونوں داستانوں کے نسوانی کرداروں کی بازیافت سے ہمیں اس بات کااندازہ ہوتاہے کہ تہذیب ومعاشرت کی عکاسی کرنے میں قصے زیادہ اس کے لوازمات اورماحول اہمیت رکھتاہے۔میرامن نے دلی کی جس تہذیب کوبیان کیااس میں بے باکی اورتصنع سے زیادہ سادگی اورسلاست پائی جاتی ہے۔گویاداستان گواپنے عہدکے مزاج بخوبی آشناہے جس کے سامنے ایسے عہدکی عورت موجودہے جواپنے جذبات کااظہارکرتے ہوئے ہچکچاتی ہے ۔اس کے نزدیک انسانی احساسات زیادہ کامل اوردیرپاہیںجبکہ سرورنے ہمیں سجی سنوری اورلکھنوی ماحول کی پروردہ عورت سے متعارف کروایاہے جواپنے اظہارمیںبھی مردوں سے آگے بڑھی ہوئی ملتی ہے۔میرامن کے ہاں مردانہ کرداراس اظہارکے محتاج ہیں اورسرورکی داستان میں ہمیں مردبھی سجایاسجایاملتاہے۔اس کی مثال شہزادہ جان عالم ہے اورعورتوں کے تہذیبی زندگی کے مرقعے ہمیں کم وبیش تمام نسوانی کرداروںمیں ملتے ہیں۔

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

حوالہ جات:

(۱) سلیم اختر،ڈاکٹر، ص ۷۹

(۲) میرامن،باغ وبہار،مرتبہ،ڈاکٹرممتازمنگلوری،لاہور:مکتبہ خیابان ادب،۱۹۶۶،ص ۴۲

(۳) وقارعظیم،سید،ہماری داستانیں،لاہور:الوقارپبلی کیشنز،۲۰۰۶،ص ۱۰۹

(۴) تبسم کاشمیری،ڈاکٹر،اردوکی ادبی تاریخ، لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،ص ۵۲۷

(۵) گیان چندجین،ڈاکٹر،اردوکی نثری داستانیں،کراچی:انجمن ترقی اردو،۱۹۵۴،ص ۱۸۵

(۶) ایضاً

(۷) وقارعظیم،سید،ہماری داستانیں،ص ۱۲۱

(۸) گیان چند،ہماری داستانیں،ص ۱۸۶

(۹) میرامن،باغ وبہار،ص ۲۷۰

(۱۰) ایضاً ، ص ۱۹۹

(۱۱) ایضاً ، ص ۱۳۱

(۱۲) ایضاً ، ص ۱۳۳

(۱۳) ایضاً ، ص ۲۲

(۱۴) ایضاً ، ص ۱۲۴

(۱۵) ایضاً ، ص ۱۸۹

(۱۶) رفیع الدین ہاشمی،سروراورفسانہ عجائب،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۱،ص ۱۲۱

(۱۷) ایضاً ، ص ۱۵۹

(۱۸) ایضاً ، ص ۱۴۵

(۱۹) میرامن،باغ وبہار،ص۷۰

(۲۰) تبسم کاشمیری،ڈاکٹر،ص ۵۴۵

(۲۱) ایضاً ، ص ۵۴۶

/....../